آذر بائی جان کی "اسلامی پارٹی"

سابق سوویت یونین کی نوآزاد مسلم ریاستوں کی تہذیب و معاشرت اور ریاست و سیاست پر نظر رکھنے والوں کی رائے ہے کہ آذر بائی جان، وسطی ایشیا کی ریاستوں کی نسبت زیادہ "مغربیت زدہ" ہے۔ اس کے اسباب گزشتہ صدی ڈیڑھ کے تاریخی واقعات ہیں۔ انیسویں صدی میں تیل کی دریافت کے بعد مغربی کمپنیوں نے آذر بائی جان میں قدم جمائے اور ٹیکساس آئل کی دریافت تک یہ خطہ دُنیا بھر میں تیل پیدا کرنے والے علاقوں میں سرِفہرست رہا۔ نتیجتاً مغربی سرمایہ کاروں اور اُن کے گماشتوں کی توجہ کا مرکز۔ تیل کی دولت نے جہاں آذر بائی جان کی صنعتی اور معاشی ترقی میں مدد دی، وہیں آذری آبادی کا طرزِ زندگی مغرب کی تہذیبی اقدار سے متاثر ہوا۔ شہری آبادی بتدریج اسلامی اقدار اور روایات سے دور ہوتی چلی گئی۔ اس کے بعد سوویت عہد کی "خدا بیزاری" نے رہی سہی کسر پوری کر دی۔ مساجد اور دوسرے دینی ادارے بند کر دیے گئے، مغرب کے سرمایہ دارانہ نظام کی مخالفت زوروں پر رہی مگر مغرب کی معاشرتی اقدار کی سرپرستی کی گئی۔ آج آذر بائی جان کا دارالحکومت "باکو" کسی دوسری مسلمان ریاست کے دارالحکومت سے زیادہ مغربی رنگ لیے ہوئے ہے۔ عمارتوں کے طرزِ تعمیر سے لے کر لوگوں کے ملبوسات اور عوائد رسمیہ، نیز عورت اور مرد فنکاروں کے مجسموں کی جا بجا موجودگی سے کچھ یہی تاثر پیدا ہوتا ہے۔ اس پس منظر میں بارہا یہ کہا گیا ہے کہ "جمہوری اسلامی ایران" کا پڑوسی ملک ہونے اور مسلمان آبادی کی اکثریت (ستر فیصد) کے اثنا عشری مکتبِ فکر سے وابستہ ہونے کے باوجود "آذر بائی جان میں احیائے اسلام کا کوئی امکان نہیں۔"

مگر یہ تصویر کا محض ایک رُخ ہے۔ سابق سوویت یونین میں آذر بائی جان واحد مسلم ریاست تھی جس نے اپنے جھنڈے پر "ستارہ و ہلال" کا نشان کبھی ختم نہیں ہونے دیا۔ حالیہ خلیجی جنگ کے دوران میں آذری مسلمانوں نے "صدام ڈویژن" کے نام سے رضاکاروں کا ایک جتھا منظم کر لیا جو عراقی فوجوں کے شانہ بشانہ لڑنے کے لیے تیار تھا۔ آذر بائی جان کی پارلیمنٹ نے امریکی قیادت میں لڑی گئی جنگ کو اقوام متحدہ کے دیے گئے دائرہ اختیار سے متجاوز قرار دیا اور پارلیمنٹ کی رائے میں یہ جنگ تیل کے حوالے سے امریکی مفادات کے تحفظ کی ایک کوشش تھی۔

آذر بائی جان میں وسطی ایشیا کی ریاستوں کی طرح سابق کمیونسٹ، جمہوری اور اسلامی قوتوں کے بالمقابل ہیں اور فی الوقت اُن کا پلہ بھاری بھی ہے مگر اسلامی قوتوں کی موجودگی اور ان کی مقبولیت کو نظر

انداز کرد ینا درست نہیں۔

حال ہی میں روزنامہ "کیہان" (تہران) میں "اسلامی پارٹی" کے دو رہنماؤں حاج علی فدا اسلاف اور شوکت علی اسماعیل اوگلی کے انٹرویوز شائع ہوئے ہیں۔ حاج علی فدا اسلاف "اسلامی پارٹی" کے رکن ہیں اور گنجہ میں (جو نظامی گنجوی کے مولد و مسکن ہونے کے باعث معروف ہے) پارٹی کے رہنما ہیں۔ شوکت علی اسماعیل اوگلی ایک عالم دین اور "اسلامی پارٹی" کی مرکزی کونسل کے رکن ہیں۔

جناب حاج علی فدا نے بتایا کہ "اسلامی پارٹی" ۱۹۷۸ء میں باکو میں علماء کے ایک اجتماع میں بنائی گئی تھی مگر اس کا باقاعدہ اعلان ۱۹۹۱ء میں کیا گیا۔ آذر بائی جان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک "اسلامی پارٹی" کے کارکن کام کر رہے ہیں۔ ارکان کی تعداد ۷۰ ہزار ہے اور ۱۰۸ مقامات پر پارٹی کے باقاعدہ دفاتر موجود ہیں۔ پارٹی کا بڑا مقصد آذر بائی جان میں "حضرت محمد ﷺ کے پیش کردہ دین کا احیاء ہے تاکہ مسلمان اور شیعہ عوام کو مغرب کے جوئے سے نکالا جاسکے۔" پارٹی کے زیر انتظام متعدد مساجد میں اسلامی تعلیم کا انتظام کیا گیا ہے اور بعض بڑے مقامات پر ایسی کلاسوں میں شرکت کرنے والوں کی تعداد سو سے متجاوز ہے۔ پارٹی کی جانب سے ایک اخبار "اسلام دُنیاسی" [دُنیائے اسلام] شائع ہو رہا ہے۔ "شہریار" کے نام سے ایک دوسرا اخبار ہے جو ادب و ثقافت کے حوالے سے مضامین شائع کرتا ہے۔

"اسلامی پارٹی" کے ساتھ ایک دوسری تنظیم "اسلامک آرگنائزیشن آف آذر بائی جان" ہے جو ان ہی مقاصد کے لیے اپنے طور پر کوشاں ہے۔ "آرگنائزیشن" اپنے اخبار "اسلام سیسی [دُنیائے اسلام] کے باعث پہچانی جاتی ہے۔ دونوں تنظیموں میں اثنا عشری علماء کا اثر و رسوخ ہے اور ایران کے رہنما آیت اللہ روح اللہ خمینی کے افکار کی چھاپ واضح طور پر محسوس کی جاتی ہے۔

جناب حاج علی فدا نے کہا کہ "اسلام آذر بائی جان کے لوگوں کے خون میں داخل ہے۔ دُنیا کی کوئی طاقت آذریوں کو اسلام سے الگ نہیں کر سکتی۔" سوویت عہد میں آذر بائی جان کے مسلمانوں نے اسلامی شعائر سے اپنی محبت قائم رکھی۔ کمیونسٹوں نے اُنہیں اسلامی احکام پر عمل تو نہ کرنے دیا مگر اُن کے دلوں سے اسلام کی محبت اور الفت کو نکالنے میں ناکام رہے۔

موجودہ آذری حکومت میں "اسلام مخالف" قوتوں کے اثرات کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے حاج علی فدا نے بتایا کہ اسلام مخالف پروپیگنڈا کرنے والے مختلف سیاسی جماعتوں اور گروہوں کی صفوں میں گھس گئے ہیں اور ملکی سیاست کا رُخ اسلام سے موڑنا چاہتے ہیں۔ اسرائیل اور آذر بائی جان کے درمیان سفارتی تعلقات کا قیام اس طبقے کے اثر و رسوخ کی ایک واضح مثال ہے۔ گزشتہ سال باکو میں اسرائیل کے یوم تاسیس کی تقریبات منعقد ہوئی تھیں۔

جناب شوکت اسماعیل اوگلی نے بتایا کہ "یوم عاشورہ کی مجالس میں لوگوں کی شرکت، اسلام سے

اُن کی محبت کا اظہار ہے۔ یوم عاشورہ کی تقریب آذر بائی جان کے کونے کونے میں ہر سال مذہبی جوش و خروش سے منائی جاتی ہے۔ اب اِس تقریب میں ہر طبقے اور عمر کے لوگ شمولیت کر رہے ہیں، بالخصوص نوجوانوں کی تعداد میں معتد بہ اضافہ ہوا ہے۔ آذر بائی جان کے تمام شہروں اور بالخصوص گنجہ میں محرم کے ابتدائی دس دنوں میں لوگ مساجد یا اپنے گھروں میں مذہبی جلسوں کا اہتمام کرتے ہیں اور ان تقریبات میں "اللہ اکبر" کے نعرے لگتے ہیں جو اُن کے دینی تعلق کا واضح اظہار ہیں۔ یوم عاشورہ کو گنجہ کے لوگ امام باقر کے صاحبزادے امام زادہ ابراہیم کے مزار تک، جو شہر سے آٹھ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے، ننگے پاؤں چل کر جاتے ہیں۔

گزشتہ چند برسوں میں گنجہ کی مساجد میں قرآن اور دینی تعلیم کی کلاسوں میں اڑھائی ہزار سے زائد نوجوان شریک ہوئے ہیں۔ ان کلاسوں میں شرکت کرنے والی طالبات نہ صرف دورانِ تعلیم ہی شرعی پردہ کرتی ہیں بلکہ عمومی مجلسی زندگی میں بھی اُن کا یہی روّیہ ہے۔ نوجوان اسلامی تعلیمات پورے طور پر جذب کر رہے ہیں اور مغربی طرزِ حیات کو خیر باد کہہ رہے ہیں۔ آذری نوجوانوں میں شراب نوشی اور جوئے کی لعنت کم ہو گئی ہے۔ اس صورتِ حال کے پیشِ نظر بہت سے خاندانوں کی خواہش ہوتی ہے کہ اُن کے بچے اِن دینی سرگرمیوں میں حصہ لیں۔ قرآن کی تلاوت اور فنِ تجوید سے دلچسپی روز افزوں ہے۔

"اسلامی پارٹی" کے اثرات سے قوم پرست اور آزاد خیال طبقے پریشان ہیں۔ "اوجاق" نامی تنظیم اور اس کے بانی رہنما آصف اتا کی سرگرمیاں، "اسلامی پارٹی" کے اثرات کنٹرول کرنے پر مرتکز ہیں۔ جناب آصف اتا ایک "مغربیت زدہ" دانش ور ہیں۔ وہ آرمینیا کے ایک آذری خطّے میں پیدا ہوئے، بعد ازاں روس کی جامعات میں اُنھوں نے تعلیم و تربیت پائی۔ کمیونزم کے زوال سے پہلے وہ ایک انتہا پسند متشدد کمیونسٹ کی شہرت رکھتے تھے، اور اب "قومیت پرستی" کے نام پر اسلامی قوتوں کے بالمقابل ہیں۔ "اوجاق" کے ارکان کی تعداد پورے ملک میں دو ہزار سے متجاوز نہیں مگر ذرائع ابلاغ تک رسائی نے اِس کی آواز کو زیادہ قوی بنا دیا ہے۔